سُوْرَةُ الْاِخْلَاص

اُلْاِخْلَاص اس سورۃ مبارکہ کا محض نام ہی نہیں ہے بلکہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے، کیونکہ اس میں خالص توحید بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید خالص اور اس کی صفات کا مسئلہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت وتعلیم کا سب سے اہم اور مرکزی نقطہ رہا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء:۲۵)

''ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے، اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے، پس تم میری بندگی کرو۔''

سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے نبی سیدنا آدم علیہ السلام نے اسی خالص توحید کی اپنے بچوں کو تعلیم دی مگر آہستہ آہستہ اولادِ آدم پھلی پھولی اور چھوٹی چھوٹی بستیوں سے بڑے بڑے قصبات وجود میں آئے تو شیطان نے جو توحید کا ابدی دشمن ہے، انسانوں کے دلوں اور دماغوں کو طرح طرح کے وسوسوں سے بھر دیا، اپنے بزرگوں سے ملنے ملانے کے لیے ان سے ان کے مجسمے بنوا دیے، پھر ان کے لیے نذر و نیاز دینا دلانا اور ان کی پوجا پاٹ شروع کرا دی، اور رفتہ رفتہ ان بے جان بتوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ٹھہرا دیا اور انسانوں کا یہ عقیدہ ونظریہ قائم ہوگیا کہ یہ بت ہمیں اللہ سے قریب کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی. (الزمر:۳)

''وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں [وہ اپنے اس فعل کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ] ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔''

باپ دادا سے وراثت میں پائے ہوئے شرک نے ان کی عقلوں کو ایسا مسخ کر دیا تھا کہ یہ بات ان

کے لیے نا قابل فہم ہوگئی تھی کہ اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور پروردگار و کارساز بس ایک اللہ ہی ہے اور سب کچھ اس کے اور صرف اسی کے قبضہ واختیار میں ہے اور صرف وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے۔

وہ حسرت وتعجب سے یہ کہتے کہ:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا، اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (ص:۵)

''کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا ڈالا، یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔''

مشرکین کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی جو اہل کتاب تھے، اپنے انبیائے کرام اور ان کی لائی ہوئی آسمانی کتابوں کی اصل تعلیم و ہدایت کو بھلا کر طرح طرح کے مشرکانہ اوہام وخرافات اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں سخت گمراہیوں میں مبتلا ہو چکے تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات میں جو ہر قسم کے شرک سے بالا ہے انسانوں کو شریک بنا دیا تھا۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (التوبہ:۳۰)

''یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے، اللہ کی مار ان پر، یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔''

حتیٰ کہ فرشتوں کو جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور شب و روز اس کی بندگی میں مصروف ہیں، مشرکین اللہ کا شریک ٹھہرانے میں باز نہ رہے۔ **وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا** (الزخرف:۱۹) ''انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ رحمٰن کے خاص بندے ہیں عورتیں قرار دے لیا۔'' ان تمام فرسودہ اوہام اور شرک کی باتوں کو قرآن حکیم نے ختم کر دیا اور پورا قرآن جگہ جگہ توحید کے دلائل سے بھرا پڑا ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذاتِ بابرکات کی صفات کو اس سورت الْاِخلاص میں سمو دیا گیا ہے۔

سُوْرَةُ الْاِخْلَاص

آیات:۴ رکوع:۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ(۱) اَللّٰہُ الصَّمَدُ(۲) لَمۡ یَلِدۡ ۙ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ(۳) وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ(۴)﴾

(اے نبیؐ) کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے (یگانہ و یکتا ہے)، اللہ بے نیاز ہے (اس کو کسی کی احتیاج نہیں، سب اس کے محتاج ہیں)، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی ہستی اس کے ہمسر اور اس کے برابر ہے۔

﴿قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ (اے نبیؐ) کہہ دیجیے، وہ اللہ ایک ہے۔

سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

"قُلۡ" کہہ دیجیے۔ اس حکم کے اولین مخاطب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ ہی سے سوال کیا گیا تھا کہ آپ کا رب کون اور کیسا ہے، اور آپ ہی کو حکم دیا گیا کہ اس سوال کے جواب میں آپ یہ کہیں، لیکن آپ ﷺ کے بعد ہر مؤمن اس کا مخاطب ہے، اسے وہی بات کہنی چاہیے جس کے کہنے کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔

"اللہ" یعنی میرے جس رب سے تم تعارف حاصل کرنا چاہتے ہو وہ کوئی اور نہیں بلکہ اللہ ہے، یہ ان سوال کرنے والوں کی بات کا پہلا جواب ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کوئی نیا رب لے کر نہیں آیا ہوں جس کی عبادت، دوسرے سب معبودوں کو چھوڑ کر، میں تم سے کروانا چاہتا ہوں بلکہ وہ وہی ہستی ہے جس کو تم اللہ کے نام سے جانتے ہو۔ "اللہ" عربوں کے لیے کوئی اجنبی لفظ نہ تھا، قدیم ترین زمانے سے وہ خالق کائنات کے لیے یہی لفظ استعمال کر رہے تھے اور اپنے دوسرے معبودوں میں سے کسی پر بھی اس کا

اطلاق نہیں کرتے تھے، دوسرے معبودوں کے لیے ان کے ہاں اِلٰہ کا لفظ رائج تھا، پھر اللہ کے بارے میں ان کے جو عقائد تھے ان کا اظہار اس موقع پر خوب کھل کر ہو گیا تھا جب ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کی تھی، اس وقت خانۂ کعبہ میں 360 بت تھے جن کو انہوں نے اِلٰہ بنا رکھا تھا، مگر مشرکین نے ان سب کو چھوڑ کر صرف اللہ سے دعائیں مانگی تھیں کہ وہ اس بلا سے ان کو بچائے۔ گویا وہ اپنے دلوں میں اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ اس نازک وقت میں ان کی مدد نہیں کر سکتا، کعبے کو بھی وہ اِلٰہوں (بتوں) کی نسبت سے بیت الْاٰلِهه نہیں، بلکہ اللہ کی نسبت سے "بیت اللّٰه" کہتے تھے قرآن میں جگہ جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے بارے میں مشرکین عرب کا عقیدہ کیا تھا، مثال کے طور پر:

- سورۃ زخرف میں ہے: "اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے، تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔" (آیت:۸۷)
- سورۃ عنکبوت میں ہے: "اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کر رکھا ہے، تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے...... اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا، تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔" (آیات:۶۱ تا ۶۳)
- سورۃ مؤمنوں میں ہے: "ان سے کہو، بتاؤ، اگر تم جانتے ہو، کہ یہ زمین اور اس کی ساری آبادی کس کی ہے، یہ ضرور کہیں گے اللہ کی...... ان سے پوچھو کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے اللہ...... ان سے کہو، بتاؤ اگر تم جانتے ہو، ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور جواب دیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے۔" (آیات:۸۴ تا ۸۹)
- سورۃ یونس میں ہے: "ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں [جو تمھیں حاصل ہیں] کس کے اختیار میں ہیں اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ یہ ضرور کہیں گے: اللہ۔" (آیت:۳۱)
- سورہ یونس میں ایک اور جگہ فرمایا: "جب تم لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں وشاداں

سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکا یک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے تو اس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے، مگر جب اللہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔'' (آیات: ۲۲-۲۳)

ان آیات کو نگاہ میں رکھ کر دیکھیے کہ جب لوگوں نے پوچھا کہ وہ تمہارا رب کون ہے اور کیسا ہے جس کی بندگی و عبادت کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو؟ تو انہیں جواب دیا گیا ''هُوَ اللّٰهُ'' وہ اللہ ہے، اس جواب سے خود بخود یہ مطلب نکلتا ہے کہ جسے تم خود اپنا اور ساری کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مدبر اور منتظم مانتے ہو اور سخت وقت آنے پر جسے دوسرے سب معبودوں کو چھوڑ کر مدد کے لیے پکارتے ہو، وہی میرا رب ہے اور اسی کی بندگی کی طرف میں بلاتا ہوں، اس جواب میں اللہ تعالیٰ کی تمام صفاتِ کمالیہ آپ سے آپ آجاتی ہیں، اس لیے کہ یہ بات سرے سے قابل تصور ہی نہیں کہ کائنات کو پیدا کرنے والا، اس کا انتظام اور اس کے معاملات کی تدبیر کرنے والا، اس میں پائی جانے والی تمام مخلوقات کو رزق دینے والا اور مصیبت کے وقت اپنے بندوں کی مدد کرنے والا، زندہ نہ ہو، سنتا اور دیکھتا نہ ہو، قادر مطلق نہ ہو، علیم اور حکیم نہ ہو، رحیم اور کریم نہ ہو اور سب پر غالب نہ ہو۔'' (تفہیم القرآن)

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''وہ اللہ احد ہے، اہل لغت نے واحِدٌ اور اَحَدٌ میں یہ فرق کیا ہے کہ اَحَدٌ، وہ ہے جس کی ذات میں کوئی شریک نہ ہو اور واحِدٌ وہ ہے جس کی صفات میں کوئی اس کا شریک نہ ہو، غالباً اسی وجہ سے لفظ اَحَدٌ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لیے صفت کے طور پر نہیں آیا، اس سے ہر طرح سے اس کی یکتائی کا علم ہوتا ہے، ہر رشتہ اور قرابت سے پاکی و برتری اس کا لازمہ ہے، اس سے یہ بات بھی نکلی کہ وہ قدیم [ہمیشہ سے] ہے اور باقی سب حادث و مخلوق، ظاہر ہے کہ جو سب سے پہلے خود بخود تھا، وہ ہمیشہ سے تھا کیونکہ جو کبھی نیست رہا ہو وہ خود ہرگز ہست نہیں ہو سکتا، اس وجہ سے دو باتیں ماننی ضروری ہوئیں، ایک یہ کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور [ہمیشہ رہے گا] دوسری یہ کہ اس کے سوا جو بھی ہیں وہ سب اس کی مخلوق ہیں۔'' (تدبر قرآن)

﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ اللہ بے نیاز ہے۔(اس کو کسی کی احتیاج نہیں، سب اس کے محتاج ہیں)

جناب عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:

"صَمَدٌ" کا مطلب ہے ایسی ذات جسے کسی کی کسی حالت میں اور کسی کام میں کوئی ضرورت نہ ہو، بلکہ اس کے برخلاف ہر چیز اس کی محتاج ہو، جو خود بے نیاز ہو مگر سب کی دست گیری اور خبر گیری کرے...... مدد حاصل کرنے، تسلی پانے اور سہارا لینے کے قابل اس کے سوا کوئی دوسری ذات ممکن ہی نہ ہو، ہر قسم کی طاقت اور قوت کا مالک ہو، احسان کا سرچشمہ ہو، جب مانگو عطا کرے، حد یہ کہ مانگنے کی خواہش بھی وہی بخشے اور اتنا ہی نہیں بلکہ بن مانگے دے، وہ پشت پناہ ہو اور اس کے سوا کوئی سہارا بنانے کے قابل نہ ہو۔(آسان تفسیر)

﴿لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

لَمْ يَلِدْ نہ اس نے کسی کو جنا (یعنی اس کی کوئی اولاد نہیں ہے) لَمْ حرف نفی اور مضارع پر جزم دیتا ہے(وَلَدَ، يَلِدُ، وِلَادَةً) جننا، وَلَمْ اور نہ ہی، يُوْلَدْ وہ کسی سے جنا گیا(یعنی وہ کسی کی اولاد بھی نہیں)۔

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

"نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اللہ کی ہستی ثابت وقائم اور ازلی وابدی ہے، اس کے حالات میں تغیر نہیں ہوتا، تمام حالات میں مطلق کمال اس کی صفت ہے۔ ولادت کے معنی ہیں پھٹنا اور بڑھنا، عدم یا نقص کے بعد ایک زائد وجود کا ہونا، اور یہ اللہ کے لیے محال ہے، پھر سلسلۂ توالد وتناسل کا تقاضا ہے کہ اللہ کی کوئی بیوی ہو، جو اس کی ہم جنس ہو اور یہ بات بھی اللہ کے لیے محال ہے...... اللہ کے احد ہونے کے مفہوم ہی میں یہ بات مضمر ہے کہ وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔"(فی ظلال القرآن) اس میں یہود ونصاریٰ، مشرکین مکہ اور تمام مشرک اور بت پرست قوموں کا رد آ گیا۔

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ اور نہ ہی کوئی ہستی اس کے ہمسر اور اس کے برابر ہے۔

وَلَمْ اور نہ، وَ اور عاطفہ لَمْ، حرف نفی، مضارع پر جزم دیتا ہے، يَكُنْ ہے(كَانَ، يَكُوْنُ، كَوْنًا)

ہونا، کُفُوًا مرتبہ میں برابر (ہمسر)، اَحَدٌ کوئی (بھی)۔

مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں:

''کُفُوًا'' کے معنی مماثل اور ہمسر کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ وبالا ہے، کوئی اس کے ہمسر اور اس کے برابر نہیں، وہ یکتا و یگانہ خالق ہے، اس کے علاوہ سب مخلوق کا وہ رب ہے اور سب اس کے بندے ہیں۔ وہ ابدی و ازلی ہے اور اس کے علاوہ سب حادث اور فانی اور یہ بھی اس کی شانِ احدیت ہی کا تقاضا ہے۔'' (درس قرآن)

آیاتِ مبارکہ کی حکمت وبصیرت:

۱) اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت ہی بندہ مؤمن کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور جب تک یہ شعور نہ پیدا ہو، نیابت الٰہی کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ اس تصور توحید کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی دعوت کو قبول کرے، اس دعوت کے منافی اور مخالف الوہیت کے جو بھی تصورات انسانوں نے قائم کر رکھے ہیں ان کا انکار کرے اور عملاً توحید کے اس تصور کو اپنا کر اس کے مطابق زندگی گزارے۔

۲) رب کریم نے انسان کو شکل وصورت اور عقل وفکر کے لحاظ سے اپنی تمام مخلوقات میں سے بہتر اور برتر بنایا ہے، مگر افسوس کہ ان میں سے اکثریت نے ہمیشہ سے احکام الٰہی کو نظر انداز کیا اور انبیاء علیہم السلام کے اتباع کو فراموش کرڈالا...... کبھی شیطان کے بہکاوے میں آکر اور کبھی نفس کی خباثتوں کے پیچھے لگ کر اپنا تمام تر شرف وکمال ضائع کرڈالا اور کبھی شرک اور بت پرستی کی نت نئی راہیں ایجاد کرلیں اور غور وفکر کرنے کی زحمت گوارا ہی نہ کی:

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ(۶) الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ(۷) فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ (۸)[الانفطار] ''اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نک سک سے درست کیا، تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ کر تیار کیا۔''

..................o..................